محسن احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نئے اسلامی سال کا پیغام...... امت مسلمہ کے نام

قرآن میں ارشاد ہے: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً، وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (پارہ نمبر:۱۰، سورت: توبہ، ۳۶)

''اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان وزمین ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں، یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنے اوپر ظلم مت کرو اور سب مشرکوں سے ہر حال میں لڑو جیسے وہ تم سب سے ہر حال میں لڑتے ہیں اور جان لو اللہ متقیوں کے ساتھ ہے''۔

اسلام میں دنوں، مہینوں اور سالوں کی حیثیت وہ نہیں جو دیگر اقوام میں تھی یا اب بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صرف دو عیدوں کو شرعی حیثیت بخشی اور بس! مگر مسلمانوں نے کافرانہ تہذیبوں کے اختلاط اور ان کے سماجی رسم ورواج سے متاثر ہو کر یا مقابلہ و تقابل میں مبتلا ہو کر اسلامی تہواروں کی وہ کثرت پیدا کی کہ دوسری قوموں سے ہیچ ہو کر رہ گئے۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے مسلمانوں کے سالِ نو کے آغاز کو ہندومت سے متاثر ہو کر رونے، پیٹنے اور سر میں خاک ڈالنے کی رسمِ بد کے لئے مخصوص کر دیا۔ حالانکہ آغاز خیر وبرکت اور مبارک وسعادت سے ہونا چاہیے۔

نئے اسلامی سال کا پیغام یہ ہے کہ اسلام کو ماننے والے اس کی حاکمیت کو بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کرلیں۔ مصلحت وقت، پالیسی اور عقلیت کے پیچھے نہ بھاگیں۔ اسلام اور عقل دونوں اللہ کی نعمتیں ہیں۔ عقل کی نعمت اس لئے بخشی کہ تمدن پیدا کیا جائے، معاشرہ میں سلامتی کی راہ ہموار کی جائے اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ اس دنیا میں اسلام کے بغیر سلامتی کا تصور ہی ادھورا ہے۔ سلامتی، اسلام کو تسلیم کرنا ہے۔ اسی سے سلامت روی جنم لیتی ہے۔ انسانیت کا اونچا مقام و مرتبہ یہی ہے کہ عقل سلیم اور فہم مستقیم سے اس دارالعمل کو کارگاہِ خیر بنا دیا جائے۔

تمدن اور سلامتی معاشرہ میں خیر غالب سے عبارت ہے اور جو عقل خیر کو غالب نہیں کر پاتی، عقل نہیں جہل ہے۔ قرآن کریم میں اسی عقل سلیم کو غور وفکر کی بار بار دعوت دی گئی ہے اور ان مفکرین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، اسی کی بنیاد پر پوری کائناتِ انسانی اور اہل ایمان کو دوہری دعوت دی گئی ہے۔ ایک جگہ اہل ایمان کو خصوصی خطاب کیا گیا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی اتباع مت کرو''

(البقرہ، پارہ نمبر:۲، آیت نمبر:۲۰۸)

ایمان والوں کو دوبارہ دامن اسلام میں مکمل آ جانے کی دعوت حکم کی صورت میں دی جا رہی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ عقل وبصیرت والے غور کریں، تفکر کریں تو جواب مل جائے گا کہ ایسا اسلام جو تن آسانیاں بخشے، راحتیں وافر عطا کرے، جس میں کلفتیں آسائشوں میں تبدیل ہو جائیں وہ اسلام تو قبول کر لیا جائے لیکن ایسا اسلام جو نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطابق سراپا جہد زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتا ہو، جس میں وقت، مال وجان اور عزت وآبرو بھی قربان کرنا پڑے، مشکلوں، مصیبتوں اور آفتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا پڑے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح موت کو سرابِ زندگی سے زیادہ لذیذ ماننا پڑے۔ وہ اسلام نہ قبول کیا جائے۔ تو یاد رکھیے! یہ اسلام من پسند تو کہلائے گا، خدا پسند نہیں۔ اور ایسے مسلمان اسلام کی اپوزیشن سمجھے جائیں گے۔ اس لئے کہ اسلام کی عملی تصویر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیش کر کے بتا دیا کہ اسلام میں پورا داخل ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اگر ہمارے سامنے لاکھوں صحابہ کی زندگی نہ ہوتی تو اتباع کا مسئلہ یقیناً سوال بن جاتا۔ لیکن اب تو موجودہ مسلمان اور ان کا اسلام جو سلامتی سے محروم ہے، سلامت روی سے مہجور ہے، تمدن اور خیر غالب سے دور ہے، خود سوال بن کے رہ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ موجودہ مسلمان خوردہ فروش سے لے کر حکمران تک سیاست، مصلحت وقت، وقت کی نزاکت، حالات کا تقاضا، پالیسی، حکمتِ عملی، لبرل ازم، روشن خیالی اور سائنٹیفک اپروچ ایسے خوبصورت الفاظ کی بدصورت تفسیر کا صیدِ زبوں ہے۔ اور یہ بربادی ''خطوات الشیطین'' کی اتباع کی بدولت ہے۔

اللہ نے اسلام نازل کیا تو اس کے نفاذ اور اس کی حاکمیت کے قیام کیلئے اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بخشا۔ یعنی قانون اور طریقۂ نفاذ دونوں عطا فرمائے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ شریعت تو دے دی مگر اس کے نفاذ کیلئے ہماری سوچ اور اپروچ کو معیار اور سند بنا دیا گیا ہو۔ پس ایسے لوگ جو خود کو سند بتاتے اور منواتے ہیں۔ اپنی تعبیر کو اللہ کی منشا کہتے ہیں اور اپنی تفسیر کو اللہ کا فیصلہ کہہ کر سناتے اور مخلوق کو بہکاتے ہیں، قرآن نے انہی لوگوں کو کہا ہے۔

لَا یُفْلِحُوْنَ ''وہ کامیاب نہیں ہوں گے''

قرآن ان لوگوں سے یوں بھی مخاطب ہوتا ہے۔

مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو''؟

خدا جانے تمہیں کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

قرآن کے خطاب کا ایک مفہوم یہ بھی ہے۔

اس بدحالی میں جو قوم یا جماعت فلاح کے لئے غیروں کے دروازے سے خیر کی بھیک مانگتی ہو، بار بار در بدر خاک بسر ہوتی ہو، قرآن انہیں کہتا ہے۔

لَابُرْهَانَ لَه' بِه فَاِنَّمَاحِسَا بُه' عِنْدَ رَبِّهٖ (پارہ نمبر ۱۸، آیت نمبر: ۱۱۷، سورت: المومنون)''

''اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں، سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا''

یعنی دنیا و آخرت کے گھاٹے کے سوا انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اُسے کسی صورت میں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ مسلمان کہلاتے ہوئے صرف دنیا کی زندگی کیلئے وقف ہو کے رہ جائے۔ صرف دنیا کی زندگی کیلئے جدو جہد تو کافروں اور مشرکوں کا مطمحِ نظر ہے کیوں کہ موت کے بعد کی حیاتِ طیبہ پر ان کا عقیدہ و یقین نہیں ہے اور مسلمان کہلانے والوں کا تو یقین ہی یہ ہے کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے'' (ارشادِ رسول علیہ السلام) یعنی کاشت دنیا کی زندگی میں کرنی ہے اور کٹائی موت کے بعد کرنا ہے۔ مسلمانوں کی ساری جدو جہد کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کے تمام شعبوں میں جُہد لِلبقاء اور ارتقاء، کے نام پر جتنی محاذ آرائی کی جا رہی ہے۔ اس محاذ آرائی کا رُخ موڑا جائے اور اس جہد للبقاء اور ارتقاء انسانی کا مرکزی فکر جُہد لِلعُقبیٰ بنا دیا جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج کا انسان ایک مرتبہ پھر ترقی، ارتقاء، اکتشافات، اور علم کے زعم میں تنزل، رجعت، گم گشتگی اور جہالت کے لق و دق صحرا اور وادیٔ فنا میں اتر جانے کیلئے سرپٹ دوڑ تا ہے۔ ان حالات میں دعوتِ احرار یہ ہے کہ عام مسلمان جو غفلت و خواہشات کی ابلیسی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں انہیں جھنجوڑ اجگایا اور آزاد کرایا جائے۔ محض دنیا کی جھوٹی تمناؤں میں گھری ہوئی امت کی کشتی کو ساحلِ مراد تک پہنچایا جائے۔ تا کہ اُمت کو دنیاوی سلامتی و اُخروی فلاح و نجات مل سکے۔ دنیا میں سلامتی اور آخرت میں نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم مل کر ایک مضبوط طریقہ کار سے اپنے آپ کو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی روشن راہ پر ڈالیں کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر منزل مراد حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جسے قرآن کریم نے واضح اور دوٹوک لفظوں میں بزبان حضور خاتم النبیین علیہ ﷺ یوں بیان فرمایا۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پارہ نمبر: ۸، آیت نمبر: ۱۵۳، سورت: الانعام)

''تحقیق بے شک وشبہ یہ میرا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے (صراطِ مستقیم ہے) تم اسی راہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو (دیگر نظام زندگی مت اپناؤ) پس وہ تمہیں اس سیدھے راستے سے جُدا کر دیں گے۔ اسی کی تاکید ہے تمہیں، تا کہ تم دوسرے راستوں سے بچو''۔

اس راستے کے تمام راہ نوردوں کو یہ بات ہر وقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ اس راستے پر چلتے ہوئے قربانی وایثار کی بلند صفتیں اپنے اندر پیدا کرنا بہت ضروری ہیں کیونکہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی دیگر صفاتِ عالیہ کے ساتھ ساتھ ایثار و قربانی ان کی بنیادی خصوصیت اور صفت قرار دی گئی ہے۔

يُؤْثِرُوْنَ عَلىٰ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پارہ نمبر:۲۸، آیت نمبر:۹، سورت: الحشر)

''وہ اپنی جانوں کا ایثار کرتے ہیں، اگرچہ خود فاقہ سے ہوں''۔

ہم نے جب اس راستہ پر چلنے کا قصد کیا ہے اور منزل تک پہنچنے کا عزم کیا ہے تو پھر ہمیں بھی ایثار کرنا ہے، کس چیز کا ایثار؟

وقت ، مال اور جان کا ایثار

ہمت ، توانائی اور عزم کا ایثار

ذہانت ، دیانت اور شعور کا ایثار

غرضیکہ وہ تمام توانائیاں جو انسانی معاشرہ کے باطنی حسن و جمال کو اجاگر کریں اور سماج کے ظاہری نظام کو رعنائیاں بخشیں اور امت کو صراطِ مستقیم پر لے آئیں۔ اس راہ میں بغیر کسی دنیاوی لالچ کے قربان کر دی جائیں۔ کیونکہ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کا کام ایسا خوبصورت، حسین و جمیل، پرکشش، سُہانا اور من بھاونا ہے کہ اس پر عزت و ناموس نثار کر دی جائے تو یہ سودا سستا ہے، مہنگا نہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (پارہ نمبر:۱۱ آیت نمبر:۱۱۱ سورت: التوبہ)

''ترجمہ: بے شک اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔''

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جا و بے جا اپنی توانائیاں ضائع کی جائیں بلکہ حالات کا جائزہ لے کر مستقبل کے نتائج پر غور و فکر کر کے پھر عملی قدم اُٹھایا جائے تاکہ عاقبت میں بے تدبیری کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے بہ قول حضرت سعدی شیرازی رحمہ اللہ

زمینِ شور سنبل بر نیارد

درو تخم عمل ضائع مگر داں

شور، کلر اور سیم زدہ زمین پھول نہیں اُگاتی، اس میں عمل کا بیج ڈال ڈال کے بیج برباد نہ کر۔

اور حضور رحمت اللعالمین ﷺ کو اللہ پاک نے فرمایا: لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (پارہ نمبر:۱۹، آیت نمبر:۳، سورت الشعراء)

''شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں رنج رنج کرتے جان دے دیں گے''۔

یعنی ان کی پرواا ور فکر چھوڑیں، آپ کے ذمہ صرف بلاغ وابلاغ ہے۔ اس راہ کی مشکل گھاٹی بھی یہی ہے کہ صراطِ مستقیم پر امت کو لاتے لاتے آدمی تھک جاتا ہے اور حالت کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ چہرہ پژمردہ، اعصاب شکستہ، دل گرفتہ، تھکا تھکا سا، اندر سے ٹوٹا ہوا، بکھرا ہوا آدمی کھویا کھویا سا نظر آتا ہے مگر اس کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اور کسی کو منوانا ہمارے ذمہ نہیں بلکہ پکارنا، بلانا، صدا لگانا ہمارے ذمہ ہے اور بس، دلوں کی دنیا بدلنے والا صرف اللہ ہے اور وہی ہے جو خزاں کو بہار میں بدلتا ہے۔ پس اپنی ظاہری محنت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سر بسجود ہو کر ہدایت کی بھیک مانگنا یہ بھی فرض ہے۔ گویا ہدایت عامہ کیلئے اجتماعی دعا و درخواست انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا شیوہ ہے۔ ظاہری وسائل کی فراوانی اس وقت تک ہدایت پیدا نہیں کرتی جب تک آہِ نیم شبی اور دعاء سحر گاہی کا آمیزہ ان وسائل کی روح نہ بن جائے اور یہی وہ دعوت ہے جو رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔

پھر ہماری دعوت تو رہبانیت سے پاک ہے، ہم تو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا رخ موڑنا چاہتے ہیں مگر ایسے کہ آدمی نہ تو دنیا اور اس کی لذتوں کا بھکاری بن کر رہ جائے اور نہ ہی لبادۂ مکر اوڑھ کر لوگوں کی آرزوؤں کا قتل کیا جائے اور نہ ہی کارکنوں کو معاشی مصیبتوں میں گرفتار کیا جائے۔ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیارِ حق حیات طیبہ کی اتباع کرتے ہوئے یہ دعوت عام کرنی ہے۔

ہماری تمام گزارشات آپ نے پڑھ لیں، ان پر دل کی گہرائی میں ڈوب کر غور و فکر کریں، پھر قلزمِ دل سے اٹھنے والی صدائے لاہوتی پر لبیک کہتے ہوئے ایک جذبۂ صادقہ سے مرصع ہو کر آئیں اور ہمیں اپنی رفاقت کا شرف بخشیں تاکہ ہم آپ کی رفاقت میں اپنی بڑھتی ہوئی طاقت سے حوادث کا رخ موڑیں۔ ثقافت کے طوفان کو روکیں، عداوتوں کا منہ توڑیں اور بغاوتوں کے عفریت کو موت کی وادی میں دھکیل دیں۔ آپ کی رفاقت ہماری حوصلہ افزائی کرے گی، دل بڑھائے گی اور ان شاء اللہ دین کے ارتقائی عمل کو جاری و ساری رکھنے کا موجب ہوگی، پھر ہم بھرپور قوت سے منزلِ مراد پاکے رہیں گے۔ اور...... اگر...... خدانخواستہ...... ہم اپنی محنت کا پھل نہ کھا سکے، اپنے جانکاہ عمل کا نتیجہ نہ پاسکے اور صراطِ مستقیم پر اپنی طاقت کے مطابق چل کر بھی دنیا میں منزل مقصود حاصل نہ کر سکے تو یقین کیجئے کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں جو حیات طیبہ کہلاتی ہے۔ مجھ سے یا آپ سے ہرگز یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم کتنے کامیاب ہوئے؟ تمہاری محنت کا حاصل کیا نکلا؟ تمہاری بے پناہ جدوجہد کا انجام کیا ہوا؟ بلکہ پوچھا جائے گا تو صرف یہ کہ تمہیں جس قدر نعمتیں اور جتنی توانائیاں بخشی گئی تھیں۔ تم نے میری مخلوق کی دنیا و آخرت کی بھلائی کیلئے کس قدر صرف کیں؟...... کہاں کہاں یہ قوتیں استعمال کیں، کن کن صدکو تم نے فکر و شعور کا مرکز بنایا، بینائی و توانائی، دولت و طاقت، جانِ نازک اور عزت و آبرو غرض تم نے کہاں پر ساری کی ساری کھپادیں۔ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کیلئے یہ سب کچھ اگر کھپادیا اور لگادیا تو قبر و حشر میں ان شاء اللہ جواب دے سکیں

گے کہ اے اللہ! ہم عاجزوں نے آپ کی بخشی ہوئی تمام نعمتیں، قوتیں اور تمام توانائیاں آپ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے بے دریغ لٹا دیں کیونکہ آپ کے نبی گرامی خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد روح کی گہرائی میں رچ بس گیا تھا۔

اَلخلق کلهم عیال الله فاحسَن الخلق الی الله احسنُهم خلقاً اِلَیهم

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ پس مخلوق میں سے اللہ کو وہ بھاتا ہے۔ جو مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے''۔

اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک یہی ہے کہ مالی طور پر ناداروں پر مال نثار کیا جائے اور دینی طور پر ناداروں محتاجوں اور بے کسوں پر اپنی ظاہری و باطنی توانائیاں نثار کر کے انہیں شیطان کے چنگل سے نجات دلائی جائے۔

الیس منکم رجل رشید ''کوئی ہے جو بڑھ کے امت کی آبرو بچالے''

کامیابی، اصلاحِ انقلاب اور فلاح کی ایک ہی صحیح راہ ہے، ایک ہی طریقہ ہے اور ایک ہی صورت ہے جو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بتادیا، وہی حق ہے اور وہی آفاقی سچ ہے۔

لَا يُصْلِحُ آخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلُحَتْ اَوَّلُهَا

''اس امت کے آخر کی اصلاح و فلاح اسی طریقہ سے ہوگی، جس سے اوّل کی اصلاح ہوئی''۔ (الحدیث)

جب یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر ملکی سلامتی کیلئے، قوم کی سلامت روی کے لئے، خیر غالب اور شر مغلوب کرنے کیلئے نئے سال کا نیا عزم اور نیا ولولہ لے کر اٹھیں۔ اس بھولے ہوئے سبق کو پھر پڑھیں اور تازہ کر کے عہد کریں اور تجدید میثاق کریں۔

ہے سربسر تباہی انسان کی حکومت — قائم کرو جہاں میں قرآن کی حکومت
سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے — حکمراں ہے بس وہی باقی بتان آذری

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ''اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے'' (پارہ نمبر:۱۳، سورت: یوسف، آیت نمبر:۴۰)

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ''سن لو، اُسی (اللہ) کا کام ہی پیدا کرنا اور حکم فرمانا'' (پارہ:۸، آیت:۵۴، سورت: الاعراف)

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ''اب وہی حکم سب سے بڑا ہے جو اللہ کرے'' (پارہ نمبر:۲۴، آیت نمبر:۱۲، سورت: مومن)

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

''اور جو کچھ اللہ نے اتارا، اس کا حکم نہ کریں، سو وہی لوگ کافر ہیں'' (پارہ نمبر:۶، آیت نمبر:۴۴، سورت: المائدۃ)